محمد عبداللہ جاوید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انسان کی فطری صلاحیتوں کا نشو ونما اور ان کے لئے رکاوٹ بننے والے عناصر کی تطہیر کا عمل تزکیہ ہے۔اصلاح و تربیت کا یہ دہرا عمل ایک قرآنی اصطلاح ہے۔اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر دور میں انسانوں کی کامیابی کے لئے اسی طریقے کی ہدایت فرمائی ہے۔کہ اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات کے پیش نظر ہر انسان اپنا تزکیہ کرے۔یعنی تزکیہ نفس ایک آفاقی تصور ہے۔تزکیہ کو فلاح و کامرانی کا ذریعہ بتانے کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسی حقیقت کو واضح کیا ہے:

إِنَّ هذَا لَفِيْ الصُّحُفِ الْأُوْلَى O صُحُفِ إِبْرَاهِيْمَ وَمُوسَى (الاعلی:18-19)

....یہی بات پہلے آئے ہوئے صحیفوں میں کہی گئی تھی،ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں

اس عمل پر چونکہ انسان کی دنیا و آخرت میں کامیابی کا انحصار ہے، اس لئے اس کی وسعت زندگی کے تمام شعبوں پر محیط ہے۔اس کی وسعتوں کے اندازہ ہی سے اس کی گہرائیوں کا پتا لگایا جاسکتا ہے اور اسی کے توسط سے وہ اصول اور بنیادیں بھی معلوم کی جاسکتی ہیں، جن کے پیش نظر فرد کا تزکیہ مطلوب ہے۔

تزکیہ کی وسعتیں

(ا) ذاتی اصلاح

ذاتی اصلاح کی اصل روح یہ ہونی چاہئے کہ کامیابی کے سفر کا آغاز انسان اپنی ذات سے کرے۔ وہ تمام خوبیاں اپنے اندر پروان چڑھائے جن کے ذریعہ منعم حقیقی-اللہ رب العالمین-کی بندگی صحیح طور پر کی جاسکتی ہے۔اعمال کے ذریعہ بندگی ہوتی ہے اور تزکیہ نفس کی عملی تعبیر-عمل صالح-ہے۔ جس کا ایمان کے فوری بعد تقاضہ کیا جاتا ہے۔ایمان اور عمل صالح ہی فرد کی نجات کا ذریعہ بن سکتے ہیں:

وَمَنْ يَأْتِهِ مُؤْمِناً قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ فَأُوْلَءِکَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَى O جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِن تَحْتِهَا الْأَنْهارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا وَذَلِکَ جَزَاء مَن تَزَكَّى

جو اسکے حضور مومن کی حیثیت سے حاضر ہو گا' جس نے نیک عمل کئے ہوں گے' ایسے سب لوگوں کے لئے بلند درجے ہیں'سدا بہار باغ ہیں' جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی' ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ جزا ہے اس شخص کی جو اپنا تزکیہ کرے۔(طہٰ:75-76)

(۲) معاشرتی اصلاح

نشو و نما اور تطہیر کے اس عمل کا دائرہ انسانی معاشرہ بھی ہے۔پر امن اور تعمیر و ترقی سے مزین معاشرے کی تشکیل اسی وقت ممکن ہے جب کہ بھلائیوں کا فروغ عام ہو اور برائیوں کے ازالہ یقینی بنایا جائے۔جہاں لوگوں کا برائیوں کی بہ نسبت اچھائیوں کو اپنانا آسان ہو۔لوگ ایکدوسرے کے معاون و مددگار ہوں۔اور ہر اس برائی سے سختی کے ساتھ نمٹتے ہوں جو معاشرے کے بگاڑ کا سبب بنتی ہے۔تزکیہ کے اس عمل کی وسعت تمام معاشرتی پہلوؤں پر محیط ہے۔اگر وقت کا حاکم بھی معاشرے میں بگاڑ کا سبب بن رہا ہو تو اس کو بھی دعوت تزکیہ دیا جانا چاہئے۔قرآن مجید اس سلسلہ میں ایک جابر اور باغی حکمران کی سیاسی بداعمالیاں پیش کرتا ہے جو معاشرے میں ظلم و فساد کا موجب بنی ہوئی تھیں اور پیغمبرؑ کو حکم دیا جا رہا ہے:

اذْهَبْ إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَى O فَقُلْ هل لَّکَ إِلَى أَن تَزَكَّى

فرعون کے پاس جاؤ' وہ سرکش ہو گیا ہے اور اس سے کہہ کیا تو اس کے لئے تیار ہے کہ اپنا تزکیہ کرے۔(النازعات:17-18)

(۳) دعوت

جو لوگ اللہ کی بندگی سے غافل ہیں'انہیں بندگی رب کی دعوت دینا ایک اہم فریضہ ہے جس کے ذریعہ باطل عقائد و نظریات اور بے بنیاد رسوم و رواج سے ذہنوں کو پاک وصاف کیا جائے

اور اسلامی عقائد اور طریقۂ زندگی کے سنہرے اصولوں کی تشریح کی جائے۔ یہ معاشرے میں رہنے والے عام انسانوں سے متعلق طریقہ تزکیہ ہے جو حق سے ناواقف ہیں۔ رہے وہ لوگ جو اپنے باطل عقائد و نظریات پر اتراتے ہیں' اپنے خود ساختہ طریقوں کو برحق مانتے ہیں اور اپنے آپکو ہر طرح کی اصلاح و تربیت سے آزاد سمجھتے ہیں' انکے لئے - دعوتِ تزکیہ - اور زیادہ اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔ اس امر کی جانب قرآن کریم بڑے پر اثر انداز میں دعوت غور و فکر دیتا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان جھوٹے دعوے داروں کی ایک قطار' اہل ایمان کے سامنے صف بستہ کھڑی ہے اور اللہ تبارک و تعالیٰ انکی جانب اشارہ کرتے ہوئے یوں مخاطب ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّونَ أَنفُسَهُمْ بَلِ اللّهُ يُزَكِّيْ مَن يَشَاءُ وَلاَ يُظْلَمُونَ فَتِيْلاً Oانظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللّهِ الكَذِبَ وَكَفَى بِهِ إِثْماً مُّبِيْناً

تم نے ان لوگوں کو بھی دیکھا جو بہت زیادہ اپنی پاکیزگی نفس کا دم بھرتے ہیں؟ حالانکہ پاکیزگی تو اللہ ہی جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اور ان پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جاتا۔ دیکھو تو سہی یہ اللہ پر کیسی جھوٹی تہمت لگاتے ہیں۔ ان کے صریح مجرم ہونے کے لئے یہی ایک گناہ کافی ہے۔ (النساء : 49-50)

چاہے انسان شعوری طور پر باطل طریقۂ زندگی اختیار کرے یا غیر شعوری طور پر' ہر دو صورت میں ضلالت و گمراہی سے رشد و ہدایت کی طرف دعوت دینا اولین ذمہ داریوں میں سے ہے۔ اللہ رب العالمین کی نگاہ میں انسان کی ہدایت کے لئے یہ عمل اتنی اہمیت رکھتا ہے کہ رسول اکرمؐ کی بعثت کا مقصد تزکیہ قرار پایا:

هوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِيْ الْأُمِّيِّيْنَ رَسُولاً مِّنْهمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ

وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا' جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے'

ان کی زندگیوں کاتزکیہ کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالاں کہ اس سے پہلے وہ کھلی ہوئی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔(الجمعہ:2)

گمراہی وضلالت کی تطہیر اور رشد وہدایت کی نشو ونما‘تاریکیوں سے روشنیوں کی جانب سفر -دعوتِ تزکیہ- ہے۔

(۴)آخرت

تزکیہ کے دائرہ کی وسعت کا آغاز دنیا میں فرد کی ذات سے ہوتا ہے اور اس کا اختتام آخرت میں اسی کی ذات پر ہوتا ہے۔اس کے درمیان جتنے مراحل انسان کو درپیش ہوتے ہیں ان تمام میں تزکیہ کا کسی نہ کسی حیثیت سے تعلق رہتا ہے۔جو لوگ اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی نہیں گزارتے‘ حق کے اظہار کی بجائے راستے کی رکاوٹ بنتے ہیں اور ناجائز طریقے سے اپنے پیٹ بھرتے ہیں‘اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انکی طرف نظر عنایت نہیں کرے گا اور نہ انکا تزکیہ کرے گا:

إِنَّ ٱلَّذِينَ يَكۡتُمُونَ مَآ أَنزَلَ ٱللَّهُ مِنَ ٱلۡكِتَٰبِ وَيَشۡتَرُونَ بِهِۦ ثَمَنٗا قَلِيلًاۙ أُوْلَٰٓئِكَ مَا يَأۡكُلُونَ فِي بُطُونِهِمۡ إِلَّا ٱلنَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ ٱللَّهُ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمۡ وَلَهُمۡ عَذَابٌ أَلِيمٌ (البقرہ:174)

بلاشبہ جو لوگ ان احکام کو چھپاتے ہیں جو اللہ نے اپنی کتاب میں نازل کیے ہیں اور تھوڑے سے دنیوی فائدوں پر انہیں بیچ ڈالتے ہیں‘ وہ دار صل اپنے پیٹ آگ سے بھر رہے ہیں۔قیامت کے روز اللہ ہر گز ان سے بات نہیں کرے گا‘ نہ انہیں پاکیزہ ٹھہرائے گا‘ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

یہ بات کہ اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن انسانوں کا تزکیہ کس طرح فرمائے گا‘ قابل غور ہے۔اس ضمن میں قرآن وحدیث کا گہرائی سے مطالعہ ہونا چاہیئے۔قرآن مجید میں اس سلسلہ کے کچھ اشارات ملتے ہیں۔جیسے سورہ الحجر کی آیتیں جن میں متقی لوگوں کو ملنے والی جنت کی

نعمتوں کے ذکر کے بعد ان کے دلوں میں موجود ایک خامی- غل (ناراضگی، بغض، کینہ) دور کرنے بات کہی گئی ہے:

وَنَزَعۡنَا مَا فِى صُدُورِهِم مِّنۡ غِلٍّ إِخۡوَٲنًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَـٰبِلِينَ(الحجر:47)

ان کے دلوں میں جو تھوڑی بہت کھوٹ کھپٹ ہو گی اسے ہم نکال دیں گے، وہ آپس میں بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تختوں پر بیٹھیں گے

یہ تزکیہ کی وسعت ہے۔ جس کا دائرہ اثر دنیا سے شروع ہوتا ہے اور آخرت پر ختم۔ آخرالذکر امر - یعنی قیامت کے دن اللہ تبارک و تعالیٰ بندہ مومن کے دل سے کسی کے تعلق سے پائی جانے والی ناراضگی نکال دیگا- سے ایک اہم حقیقت واضح ہوتی ہے۔ کسی فرد کی اصلاح کے لئے یہ حقیقت پیش نظر رکھنا احسن تبدیلیوں کا موجب بن سکتا ہے۔ کسی فرد کے اندر اصلاح کی لاکھ کوششوں کے باوجود بشر ہونے کے ناطے کچھ نہ کچھ خامیاں ضرور ہوں گی، ان کو دور کرنے کی مسلسل کوشش تو ہونی چاہئے۔ البتہ کوئی ایسا رویہ اختیار نہیں کرنا چاہئے جو فرد کو ہر طرح کی خامیوں سے مکمل پاک و صاف کرنے کی غرض سے ہو۔ بعض لوگ کسی فرد کی اصلاح سے متعلق ایک اعلیٰ معیار تربیت طے کر لیتے ہیں اور اسی تصور کی مناسبت سے کوششیں بھی کرتے ہیں۔ اگر اس آئیڈیل پر کوئی شخص نہیں اترتا ہے تو پھر یا تو اس سے صرف نظر کر لیتے ہیں یا ان کے اصلاح کے طریقے میں شدت آنے لگتی ہے۔ دونوں صورتیں اصلاح کے معروف طریقوں سے میل نہیں کھاتیں۔ اس سلسلہ میں متذکرہ آیت راہنمائی کرتی ہے۔

تزکیہ کی وسعتیں، اس کی گہرائیاں بھی واضح کرتی ہیں کہ تزکیہ کا عمل انسان کی ہر حیثیت اور حالت سے بحث کرتا ہے۔ قرآن مجید اسی تصور کے تحت تزکیہ کے اصول اور اسکی ٹھوس بنیادیں واضح کرتا ہے جن کے پیش نظر انفرادی اور اجتماعی تزکیہ کی ایک وسیع و عریض اور پائیدار عمارت تعمیر کی جاسکتی ہے۔

(۱) حقیقی فلاح کا ضامن

دنیا میں آنے والے ہر انسان کی حقیقی کامیابی صرف اور صرف اس بات پر منحصر ہے کہ وہ کس قدر برائیوں سے اجتناب کرتے ہوئے اچھائیاں اختیار کیا؟ کس طرح زندگی کے مختلف مسائل اور معاملات میں رب کی رضا اور خوشنودی پیش نظر رکھا؟ اللہ کے احکامات پر چلنے کے لئے کس قدر اپنے نفس سے مجاہدہ کیا اور کیسے دوسروں کی محبتیں نچھاور کیا؟ کامیابی حاصل کرنے کی صورت اللہ رب العزت کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوسکتی۔ اس طرز زندگی میں تزکیہ ہی کا کلیدی رول ہے۔ چنانچہ دنیا و آخرت میں کامیابی کے لئے یہی ایک معیار ٹھہرا:

قَدۡ أَفۡلَحَ مَن زَكَّىٰهَا O وَقَدۡ خَابَ مَن دَسَّىٰهَا(الشمس:9-10)

یقیناً فلاح پاگیا وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا اور نامراد ہوا وہ جس نے اس کو دبادیا

جس امر پر انسان کی کامیابی کا دار و مدار ہو، اسکی اہمیت سب سے بڑھ کر ہوگی۔ اگر انسانوں کے سامنے کوئی اہم سوال ہوگا تو یہی کہ وہ اپنے نفس کا تزکیہ کس طرح، کن اصولوں کے تحت کریں؟ یہ عمل ان سے کیوں کر ممکن ہوسکتا ہے؟ اس کے لئے اللہ رب العزت نے انہیں کیا خاص قوتیں اور صلاحیتیں عنایت فرمائی ہیں؟ ان سب کا جواب، تزکیہ کے عمل کو قابل فہم اور آسان بنادے گا۔

تمام نیکیوں کا سرچشمہ - اللہ تبارک وتعالیٰ کی معرفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ایسی فطرت پر پیدا کیا ہے کہ وہ اپنے حقیقی رب کو بخوبی جان سکتے ہیں:

فِطۡرَتَ ٱللَّهِ ٱلَّتِي فَطَرَ ٱلنَّاسَ عَلَيۡهَاۚ (الروم:31)

.... قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے تمہیں بنایا ہے

اللہ کے رسولؐ فرماتے ہیں: كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ - ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔

انسان، ایک خدا کو ماننے کے مزاج کے ساتھ پیدا ہوا ہے۔ حدیث قدسی ہے: اِنِّی خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاء كُلُّهُم - میں نے اپنے بندوں کو حنیف بنا کر پیدا کیا ہے (عیاضؓ بن حمار- مسلم)۔ یعنی ہر انسان فطرتاً ایک رب کو ماننے کا مزاج اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ انسان کے اندر اس رب کی عظیم اور جلیل القدر صفات کا پرتو دیکھا جا سکتا ہے۔ نبی اکرمؐ فرماتے ہیں: انَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ -بے شک اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے' اگر وہ شعوری کوشش کرے تو یقیناً وہ ایک اعلیٰ اخلاق و کردار کی حامل زندگی بسر کر سکتا ہے۔

جو بندہ اپنے حقیقی رب کو، اس کی دی ہوئی صلاحیتوں سے پہچان لے تو پھر نیکی کی راہ پر چلنا اور برائی کے راستے سے دور رہنا اس کے لئے نہایت آسان ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنی معرفت کے حقیقی ذریعہ -تزکیہ- کو فلاح و کامرانی کا معیار بتایا ہے۔ قرآن مجید میں اسی بات کی جانب جگہ جگہ اشارہ ملتا ہے کہ اللہ کا شکر ادا کرنے والے بندے کون ہیں، وہ کن چیزوں پر غور کرتے ہیں اور کس طرح کی زندگی بسر کرتے ہیں:

وَٱللَّهُ أَخۡرَجَكُم مِّنۢ بُطُونِ أُمَّهَـٰتِكُمۡ لَا تَعۡلَمُونَ شَيۡـًٔا وَجَعَلَ لَكُمُ ٱلسَّمۡعَ وَٱلۡأَبۡصَـٰرَ وَٱلۡأَفۡـِٔدَةَ ۙ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُونَ (النحل:78)

وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے نکالا اس حال میں کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔ اس نے تمہیں سننے کو کان، دیکھنے کو آنکھیں اور سمجھنے کو دل دیے تاکہ تم شکر ادا کرو

جب کوئی شخص اپنی خوبیاں جان کر نیکی کی راہ اپنانا چاہتا ہے تو اس کے سامنے رب کی ہدایات پر مشتمل ایک قابل عمل نقشہ آتا ہے۔ اس لئے انسانوں کو حقیقی کامیابی سے ہمکنار کرنے والا یہ دین آسان (الدین یسر) ہے۔

(۲) فطری عمل

اس لئے تزکیہ کا عمل -ایک فطری عمل ہے۔اس میں کامیاب ہونے کے لئے کسی کو کوئی ایسی چیز اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت نہیں جو اللہ رب العزت نے نہ دی ہو یا جس کے نشوونما پانے کی صلاحیت نہ رکھدی ہو۔ لہذا تزکیہ ' ہر شخص کے لئے قابل عمل ہے۔علاوہ ازیں ہر انسان کے اندر بھلے اور برے کی تمیز رکھدی گئی ہے اس لئے خیر کو اپنانا آسان ہو جاتا ہے۔اس فطری صلاحیت کی بنیاد پر ہر شخص اپنے نیک یا بد ہونا بخوبی جان سکتا ہے۔یعنی اس معرفت خودی کے ساتھ معرفت رب بھی حاصل کر سکتا ہے۔اس سلسلہ میں ایک صحابی رسولؐ کا سوال بڑا موثر معلوم ہوتا ہے۔حضرت زید الخیرؓ عرض کرتے ہیں:

يا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لِتُخْبِرْنِیْ مَا عَلاَ مَۃُ اللّٰہِ فِیمَنْ یُّرِیدُہٗ وَمَا عَلاَ مَتُہٗ فِیمَنْ لاَّ یرِیدُہٗ؟ - اے اللہ کے رسولؐ مجھے بتلایئے کہ اس شخص میں اللہ تعالیٰ کی وہ کونسی نشانی ہے جسے وہ پسند کرتا ہے اوراس میں وہ کونسی خامی ہے جس کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا؟ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: کَیفَ اَصْبَحْتَ یا زَیدُ؟- اے زید تم نے کس حال میں صبح کی؟

اُحِبّ الْخیرَ وَاَھْلَہٗ وَاِنْ قَدَرْتُ عَلَیمِ بَادَرْتُ اِلَیمِ وَاِنْ فَاتَنِیْ حَزِنْتُ عَلَیمِ وَحَنَنْتُ اِلَیمِ

(انہوں نے عرض کیا)اس حال میں صبح کرتا ہوں کہ نیکی کرنے والوں سے مجھے محبت ہوتی ہے اور اگر میں نیک کام کرنے پر قدرت رکھتا ہوں تو اسے جلد کر ڈالتا ہوں اور اگر نیکی کرنے سے رہ جاؤں تو غم گین ہو جاتا ہوں اور رو پڑتا ہوں-آپؐ نے فرمایا: فَتِلْکَ عَلاَ مَۃُ اللّٰہِ تَعَالیٰ فِیمَنْ یُّرِیدُہٗ وَلَوْ اَرَادَکَ لِغَیرِھَا لَھَیَّأَکَ لَھَا(ترمذی)

یہی اللہ تعالیٰ کی نشانی اس شخص میں ہے جس کو وہ پسند کرتا ہے اور اگر وہ تمہارے لئے کسی چیز کا ارادہ فرمالیتا ہے تو تمہیں اس کو کرنے کی استعداد بخشتا ہے۔

بس یہ انسان کے اپنے اختیار کی بات ہے کہ اس فطری صلاحیت کا شعور حاصل کرے اور اسے بروئے کار لاتے ہوئے اپنی کامیابی کا سامان کرے۔

(۳) اللہ کا فضل اور اس کا رحم و کرم

متذکرہ دو بنیادی اصولوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ کسی بھی انسان کے لئے اپنا تزکیہ کرنا زیادہ دشوار نہیں۔ اس کے لئے مناسب ہدایات اور انہیں سمجھنے کے لئے تمام ضروری چیزیں فراہم کر دی گئی ہیں۔ لیکن ان دو بنیادی اصولوں کے درمیان قرآن مجید ایک اور انتہائی اہم بات کی وضاحت کرتا ہے وہ یہ کہ اللہ کا فضل اور اسکی رحمت ہی سے تزکیہ نفس ممکن ہے۔ یہی وہ محرکات ہیں جن کے سبب انسان اپنی اصلاح و تربیت میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

اللہ کا فضل اس لئے بھی ضروری ہے کہ انسان کے پیچھے شیطان لگا ہوا ہے۔ اور اس نے ہر طرح سے بہکانے کی ٹھان بھی لی ہے۔ اللہ رب العزت نے تاکید فرمائی کہ شیطان کی پیروی نہ کی جائے۔ شیطان کی چالوں سے محفوظ رہتے ہوئے وہی شخص پاکیزگی اختیار کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے جس کے ساتھ رب کا فضل شامل حال رہا:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَـٰنِ ۚ وَمَن يَتَّبِعْ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَـٰنِ فَإِنَّهُۥ يَأْمُرُ بِٱلْفَحْشَآءِ وَٱلْمُنكَرِ ۚ وَلَوْلَا فَضْلُ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُۥ مَا زَكَىٰ مِنكُم مِّنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَـٰكِنَّ ٱللَّهَ يُزَكِّى مَن يَشَآءُ ۗ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ اس کی پیروی کوئی کرے گا تو وہ تو اسے فحش اور بدی ہی کا حکم دے گا۔ اگر اللہ کا فضل اور اس کا رحم و کرم تم پر نہ ہو تو تم میں سے کوئی شخص پاک و صاف نہیں ہو سکتا (النور:21)

نفس کی شرارتوں سے محفوظ رہنا بڑا دشوار کام ہے۔ اس کی شدت واضح کرنے کے لئے قرآن

مجید ایک اعلیٰ ترین مثال دیتا ہے کہ جس سے بڑھ کر کوئی اور مثال نہیں ہو سکتی۔ اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت یوسفؑ فرماتے ہیں:

وَمَآ أُبَرِّئُ نَفۡسِيٓۚ إِنَّ ٱلنَّفۡسَ لَأَمَّارَةُۢ بِٱلسُّوٓءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيٓۚ إِنَّ رَبِّي غَفُورٞ رَّحِيمٞ (یوسف:53)

میں اپنے نفس کو (بالذات) بری نہیں بتلاتا کیونکہ نفس تو بدی پر اکساتا ہی رہتا ہے الا یہ کہ کسی پر میرے رب کی رحمت ہو، بے شک میرا رب بڑا غفور و رحیم ہے

تزکیہ کے اس فطری عمل کے لئے اللہ کا فضل اور اس کا رحم و کرم، بنیادی عنصر کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ رسول اکرمؐ تزکیہ نفس سے متعلق کوششوں کی صراحت کے ساتھ، اللہ تبارک و تعالیٰ سے خاص دعاؤں کے اہتمام کی تلقین بھی فرمائی ہے :

رَبِّ اَعْطِ نَفْسِی تَقْوَاهَا وَ زَكِّهَا اَنْتَ خَيرُ مَنْ زَكَّاهَا اَنْتَ وَلِيُّهَا وَمَوْلاَهَا

اے میرے رب میرے نفس کو اس کا تقوی عنایت فرما، اسکا تزکیہ فرما، تو ہی بہتر پاکیزگی عطا کرنے والا ہے، تو ہی اس کا نگہبان اور مالک و مولی ہے۔ (عائشہؓ- مسند احمد)

(۴) قلب پر اللہ کی حکمرانی

قلب- انسانی جسم کا ایک اہم حصہ ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسے عطا کیا تاکہ بندہ، جذبۂ شکر سے سرشار، ساری زندگی اپنے مہربان خالق و مالک کی عبادت میں گزارے۔ بھلی باتیں سننیں کے بعد پیدا ہونے والے جذبہء عمل کا تعلق دل سے ہے۔ دل ہی سے عزم و حوصلہ، جذبہ سمع و طاعت اور ایثار و قربانی کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالی نے دل کو اپنے لئے مخصوص فرمایا ہے اور کہا کہ ایمان لانے والوں کی یہ پہچان ہے کہ ان کے دلوں پر اللہ کی حکمرانی ہو گی اس لئے سب سے بڑھ کر وہ اللہ سے محبت کرتے ہوں گے۔ جس دل میں اللہ اور اسکی یاد بسی ہو وہ خیر کے راستے پر آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔ ہر طرح کی محبتوں سے دل محفوظ

رکھتا ہے جس کی اصلاح نفس کے لئے بڑی اہمیت ہے۔اس سلسلہ میں اہم چیز جس کی محبت میں انسان کے گرفتار ہونے کے قوی امکانات ہوتے ہیں اسی کو خاص طور پر تزکیہ کا ذریعہ بتایا گیا'یعنی مال۔

خُذۡ مِنۡ أَمۡوَٰلِهِمۡ صَدَقَةٗ تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡۖ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٞ لَّهُمۡۗ وَٱللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (التوبہ:103)

اے نبیؐ' تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر ان کا تزکیہ کرو اور ان کے حق میں دعائے رحمت کرو' کیوں کہ تمہاری دعا ان کے لئے اطمینان کی موجب ہوگی۔اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے

سچ ہے اگر کسی کے دل میں مال کمانے کی حرص اور اسکو زیادہ سے زیادہ جمع کرنے کا لالچ پیدا ہو تو اس کے ایمان کو تباہ ہونے سے بچایا نہیں جاسکتا۔اللہ کے رسولؐ نے اس سلسلہ میں مثال دی کہ ایسے شخص کے ایمان میں تباہی ویسے ہوگی جیسے کسی بکریوں کے ریوڑ میں بھوکے بھیڑیے کے حملے سے ہوتی ہے۔

ذاتی اصلاح و تربیت کے لئے صدقات و خیرات کا نہایت اہم مقام ہے۔زکوۃ کے معنی و مفہوم میں پاکی وصفائی اور نشوونما' دونوں شامل ہیں۔زکوۃ کے ادا کرنے والے کا ذہن و قلب حرص و لالچ سے پاک ہو جاتا ہے اور اس کا مال نشوونما پاتا ہے۔اللہ تبارک و تعالیٰ نے نیک بندوں کی پہچان بتائی کہ وہ کھلے اور چھپے'ہر حال میں خرچ کرتے ہیں۔کامیاب ہونے والے شخص کے بارے میں ارشاد فرمایا:

وَسَيُجَنَّبُهَا ٱلۡأَتۡقَى O ٱلَّذِي يُؤۡتِي مَالَهُۥ يَتَزَكَّىٰ (اللیل:17-18)

اس (جہنم) سے دور رکھا جائے گا وہ نہایت پرہیزگار جو تزکیہ نفس کی خاطر اپنا مال دیتا ہے

مال کی محبت اور اس سے قلب کی تطہیر کے ضمن میں ایک اصولی بات یہاں ارشاد فرمائی گئی۔ اس کے پیش نظر دیگر محبتوں کا جائزہ لینا چاہئے کہ فی الواقع ان کا دل میں کیا مقام ہے؟اگر یہ

محبتیں بڑھ جائیں تو تزکیہ کے بر عکس رویہ ظاہر ہونے لگتا ہے۔ کسی کو خدا کی راہ میں سر گرم عمل رکھنے کی لاکھ کوششیں بھی ہوں تو اس کے پیر زمین ہی سے چمٹے رہیں گے۔ اللہ رب العزت نے ایسے لوگوں کے دلوں کی تشخیص فرمائی ہے:

يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ ٱنفِرُوا۟ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ ٱثَّاقَلْتُمْ إِلَى ٱلْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُم بِٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا مِنَ ٱلْـَٔاخِرَةِ ۚ...(التوبہ:38)

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب اللہ کی راہ میں نکلنے کو کہا گیا تو تمہارے پیر زمین سے چمٹ کر رہ گئے ؟ کیا تم نے آخرت کے مقابلہ دنیا کی زندگی کو پسند کر لیا؟....

تزکیہ قلب کا ظاہری پہلو یہی ہے کہ یہ اعمال صالح کا محرک بن جائے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ بندۂ مومن بار بار اپنے پہلو میں موجود قلب کا جائزہ لیتا رہے۔ اور اگر قلب کا احساس نہ ہو تو اللہ کے رسولؐ نے ہدایت فرمائی ہے کہ اللہ رب العزت سے اسے طلب کیا جائے۔

وہ قلب جس پر اللہ کی حکمرانی ہو، پاکیزہ اور تقوی کا مسکن ہوتا ہے۔ گناہوں میں ملوث نہیں رہتا، کسی سے حسد نہیں کرتا، اللہ کی باندھی ہوئی حدوں کی پابندی کرتا ہے اور ہر ایک کے تعلق سے حسن ظن رکھتا ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے ایسے پاکیزہ دل (مخموم القلب) والے انسان کو سب سے بہتر قرار دیا اور فرمایا:

يَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَقْوَامٌ اَفْـِٔدَتُهُمْ مِثْلُ اَفْـِٔدَةِ الطَّيرِ (ابوہریرہؓ۔ مسلم)

جنت میں بعض ایسے لوگ داخل ہوں گے جن کے دل، پرندوں کے دلوں کی مانند ہوں گے

بلاشبہ پاکباز دل کا مقام جنت ہے اور تزکیہ نفس جنت کی راہ ہموار کرتا ہے۔

(۵) تعلق باللہ

قرآن مجید میں تزکیہ قلب و عمل کے مختلف ذرائع کا بڑے جامع انداز سے ذکر کیا گیا ہے۔ سورۃ الاعلیٰ کے اختتام سے قبل اس سلسلہ کی بڑی موثر ہدایات دی گئیں ہیں۔ جس میں اللہ کا

ذکر، نماز کی ادائیگی، دنیا سے متعلق مومن کا نقطۂ نظر اور فکر آخرت جیسے اہم امور شامل ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ سے ایک بندہ کے تعلق کی اصل بنیادیں ہیں۔ ان امور پر غور و خوص تزکیہ نفس کے لئے درکار آمادگی کا محرک بن سکتا ہے۔

ذکر اللہ- ذکر میں کافی وسعت پائی جاتی ہے۔ اللہ کی حمد و ثنا اور اسکی کبریائی و عظمت کا اظہار کرنے والی تسبیحات کے علاوہ، اس کے معنی و مفہوم میں ہر وہ عمل شامل ہے جو اللہ کے حکم کے مطابق، اسکی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا گیا ہو۔ ذکر کے اس وسیع تصور کا مطالبہ ہے کہ زندگی اس طرح بسر کی جائے کہ ذہن میں ہمیشہ اللہ کی علیم و خبیر ہستی کا استحضار رہے۔ اسکی یاد، اسکا خوف اور اسکی محبت دامن گیر رہے۔ ایسا طرز عمل ہر حال میں اللہ کے ذکر کو معمول بنانے ہی سے ممکن ہے۔

اللہ کے رسولؐ کا اسوہ ایسا ہی نمونہ پیش کرتا ہے۔ زندگی کے تمام ہی معاملات میں اور روز مرہ انجام دیے جانے والے سارے ہی کاموں میں آپؐ نے اللہ کو یاد رکھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ حتی کہ آپؐ جب کسی بلندی کی جانب پیش قدمی فرماتے تو اللہ اکبر کہتے اور کسی ڈھلان راستے سے گزر ہو تو سبحان اللہ فرماتے۔ یہ تسبیحات، اپنے کہنے والے پر بڑا گہرا انفسیاتی اثر ڈالتی ہیں۔ اونچائی حاصل ہونے پر اللہ کا ذکر کرنا، اسکے حقیقی معنوں میں اکبر ہونے کا شعوری احساس ہے۔ اسی پختہ شعور سے کامیابی اور خوشی کے موقع پر اللہ کی یاد تازہ ہوگی اور شکر کا جذبات سے دل معمور ہوگا۔ پستی یا ڈھلان کے موقع سے اللہ رب العزت کی یاد، اس کے ہر طرح کے نقص سے پاک ہونا ذہن نشین کراتی ہے کہ اس کی ذات سبوح و قدوس ہے۔ رب کے تعلق سے ایسا احساس، ہر ناکامی اور رنج و غم کے موقع پر، سہارا محسوس ہوگا۔ اور ایک بندہ رب کی رفاقت کو تمام تکالیف پر ترجیح دیتے ہوئے صبر و ثبات کا پیکر بنا رہے گا۔

جو لوگ دین حق کی سربلندی کے لئے جد وجہد کر رہے ہیں ان کے سامنے تسبیحات سے متعلق اسوۂ رسولؐ کا یہ عملی پہلو رہنا چاہئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے اعلیٰ جذبات، محرکات اور راستوں کی آسانی، آپؐ کی اتباع ہی سے ممکن ہے۔

دعا - یہ ذکر کی ایک احسن شکل ہے۔ جو لوگ اللہ کی یاد کو اپنا معمول بناتے ہیں، انہیں اپنے مقصد میں سرگرم عمل رہتے ہوئے اسی سے استعانت طلب کرنے کی بڑی فکر رہتی ہے۔ وہ اپنے رب کریم سے مقصد و نصب العین میں کامیاب ہونے کی امید رکھتے ہیں، اس سے حسن ظن قائم رکھتے ہیں، عزت و سربلندی اور غلبہ کی توقعات بھی اسی سے وابستہ رکھتے ہیں۔ ان کے لبوں پر خوف اور امید کے ملے جلے جذبات کے ساتھ دعا جاری ہو جاتی ہے:

اَللّٰھُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا اے اللہ! ہمارا اضافہ فرما، اور ہمیں کمیوں سے دوچار نہ کر افرادی قوت میں اضافہ ہو، وابستہ افراد کی وابستگی بامعنی ہو، انکے فہم و شعور اور قوت فکر میں اضافہ ہو، نئے نئے اور باصلاحیت افراد تحریک سے وابستہ ہوں اور ان تمام امور میں سے کسی میں بھی کوئی کمی واقع نہ ہو۔

وَ اَکْرِمْنَا وَ لَا تُھِنَّا اور ہمیں عزت و سربلندی عطا کر، اور ہمیں ذلیل نہ فرما جس مقصد اور منصوبہ کو لیکر اٹھے ہیں، ان کے نفاذ میں آسانی ہو۔ اس کے ذریعہ معاشرے میں عزت و وقار کا مقام نصیب ہو۔ اور یہ عزت و اکرام، جذبۂ عمل میں زیادتی کا باعث بنے۔ ایسا نہ ہو کہ فہم و شعور کی کمی کے سبب عظیم الشان مقصد اور اعلیٰ منصوبہ رکھنے کے باوجود ذلت و پستی حصہ میں آجائے۔

وَ اَعْطِنَا وَ لَا تَحْرِمْنَا اور ہمیں اپنی تمام نعمتیں عنایت فرما، اور ہمیں ان سے محروم نہ کر اے اللہ اچھی اچھی صلاحتیں اور وسائل عنایت فرما، کام کے نئے نئے امکانات پیدا

فرما، درپیش مسائل کا صحیح فہم عنایت فرما، طے شدہ مقاصد کے حصول کے لئے کاموں میں جدت وندرت پیدا فرما، لوگوں کے دلوں کو مسخر کرنے کے لئے حکمت ودانائی عطا فرما۔ان تمام نعمتوں سے ہر گز محروم نہ فرما۔

وَ اٰثِرْنَا وَلَا تُؤْ ثِرْ عَلَیناَ اور ہمیں اپنالے، ہمارے مقابلے دوسروں کو ترجیح نہ دے ہمیں غلبہ عطا فرما۔افکار و نظریات کی صداقت کو واضح کرنے اور مسائل کے حل کے لئے جن جن میدانوں میں کوشش ہو، انہیں تابع فرمادے۔ایسا ہر گز نہ ہو کہ ان کوششوں کے باوجود کوئی ہم پر غالب آجائے۔

وَ اَرْضِنَا وَ اَرْضَ عَنَّا ہم سے راضی ہو جا اور ہمیں خوش کردے۔(عن عمر بن الخطابؓ۔ رواہ احمد والترمذی)

اے اللہ تیرے دین کے غلبہ کے لئے کی جانے والی ان تمام کوششوں کی بدولت تو راضی ہو جا، اور ہم کو خوش رکھ کہ مزید سرعت عمل کا مظاہرہ کر سکیں۔

یہ دعا کا اصل ہے۔جو شخص اپنے تزکیہ کی جانب متوجہ رہتا ہے اس کی زبان سے ایسے کلمات ادا ہوتے ہیں، جو اس کی پاکیزگی کی ترجمانی کرتے ہیں۔

توبہ واستغفار۔ یہ بھی ذکر کا حصہ ہیں۔اللہ کے رسولؐ دن میں ستر ستر مرتبہ اور سو سو مرتبہ اللہ سے استغفار فرمایا کرتے تھے۔توبہ وانابت کی یہ کیفیت دراصل اس احساس پر مبنی ہے کہ اللہ رب العزت کی نعمتوں اور اسکے بے پایاں احسانات کے شایان شان بندگی نہیں ہے۔تزکیہ نفس کے لئے یہ احساس اور اسکے تیں اختیار کیا جانے والا رویہ شخصیت پر بڑے غیر معمولی اثرات مرتب کرتا ہے۔رسول اللہؐ فرماتے ہیں کہ جو بندہ استغفار کو اپنے اوپر لازم کرلیتا ہے:

جَعْلَ اللّٰہُ لَہُ مِنْ کُلِّ ضِیقٍ مَّخْرَجاً۔وَّمِنْ کُلِّ ھَمٍّ فَرَجًا۔وَّرَزَقَہُ مِنْ حَیثُ لَا یحْتَسِبُ۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے تنگی ومصیبت سے نکلنے کا کوئی نہ کوئی راستہ نکالتا ہے، ہر غم

سے نجات دیتا ہے اور ایسے راستوں سے رزق کی فراہمی کا انتظام فرماتا ہے جہاں اس کا وہم و گمان بھی نہیں جاتا۔(ابوداؤد-ابن ماجہ)۔

ضیق بڑا جامع لفظ ہے۔ جس کے معنی مصیبت، تنگی، تنگ نظری، محدودیت، پریشانی و غم، مجبوری، قلت، غربت، تھکان وغیرہ کے ہیں۔یعنی اللہ تعالیٰ استغفار کی بدولت بری خصلتوں اور تزکیہ کی راہ میں حائل تمام رکاوٹیں دور فرمادیتا ہے۔ توبہ و استغفار کا التزام ایک بندہ کو اللہ کی رحمت کا بھی مستحق بناتا ہے۔ خوشخبری سنائی گئی اس شخص کو جس کے نامہ اعمال میں کثرت سے استغفار کے سبب بے شمار نیکیاں درج کی جاتی ہیں۔ رسول اللہ ؐ کا ارشاد ہے:
طُوْبٰی لِمَنْ وَجَدَ فِیْ صَحِیفَتِہٖ اِسْتِغْفَارًا كَثِيرًا - مبارکباد ہے اس شخص کے لئے جو اپنے نامہ اعمال میں بہت زیادہ استغفار پائے۔(عبد اللہ بن بسرؓ- نسائی - ابن ماجہ)
یہ اعمال، جنہیں ذکر اللہ کہا جاتا ہے، تزکیہ نفس کے عمل کو بامعنی بنادیتے ہیں۔

نماز- اس کی فضیلت اور انسانی زندگی پر اسکے اثرات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ اصلاح نفس کا نہایت ہی موثر طریقہ ہے:

إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ تَنۡهَىٰ عَنِ ٱلۡفَحۡشَآءِ وَٱلۡمُنكَرِۗ (العنکبوت: 45)

...بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی رہتی ہے

یعنی منکرات اور فحش کاموں سے ہر وہ شخص محفوظ رہے گا جو نماز کا خشوع و خضوع کے ساتھ اہتمام کرتا ہے۔ نماز ان تمام محرکات کو ختم کردیتی ہے جن کے سبب، بدی کی طرف میلان پایا جاتا ہے۔ نماز، خوف اور محبت کے ملے جلے جذبات کے فروغ کے ذریعہ ایک بندۂ مومن کو ہمیشہ نیکی کی طرف متوجہ رکھتی ہے۔ نماز اپنی ان خصوصیات کی بنا تزکیہ نفس کی ایک عملی شکل ہے۔لہذا فرائض کے ساتھ نوافل کا بھی اہتمام ہونا چاہیئے۔ اللہ کے رسول ؐ نے مختلف اوقات میں ادا کی جانے والی نوافل کی بڑی فضیلت

بیان فرمائی ہے۔صلاۃ الضحیٰ، اوبین، چاشت، اشراق وغیرہ کے اہتمام سے شخصیت پر نہایت خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ تہجد کی نماز تو انتہائی موثر ہے۔رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

اَفْضَلُ الصّلَاۃِ نِصْفُ اللَّیلِ- افضل نماز آدھی رات میں ادا کی جانے والی نماز ہے۔

رات کی تنہائی میں اللہ کے حضور کھڑے ہونے، یکسوئی اور خشوع و خضوع حاصل کرنے کے لحاظ سے یہ وقت انتہائی موزوں ہوتا ہے۔ایسے موقع پر بندہ ہوتا ہے اور اس کا رب، اور رب کی بے پایاں رحمت۔اگر کوئی بندہ رات کی تنہائی میں اپنے رب سے لو لگائے اور دعائیں مانگے، تو پھر ایسا کونسا کام ہوگا جو اس سے نہیں ہو پائے گا؟ ایسا کونسا مسئلہ ہوگا، جس کا حل اس سے ممکن نہ ہوگا؟ ایسا کونسا میدان ہوگا، جو اس سے سر نہ ہوگا؟ اور ایسا کونسا دل ہوگا، جس کو وہ مسخر نہ کر سکتا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق اور اس کے حضور دعاؤں کے ذریعہ ہی سے ان مرادوں اور تمناؤں کے مطابق نتائج دیکھے جا سکتے ہیں۔ان اوصاف کو زیادہ سے زیادہ پروان چڑھانے کی ضرورت ہے۔زندگی کے اس مرحلے میں اس جانب توجہ، ساری زندگی عمل صالح کی انجام دہی آسان بنادے گی۔

دنیا کی محبت - اس سورۃ الاعلیٰ میں تزکیہ نفس کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ -حب دنیا- بتایا گیا۔دل میں اللہ کی محبت کی بجائے دنیا کی محبت ہو تو بندہ پستی ہی کی طرف مائل ہوگا۔اس لئے دنیا سے متعلق بندۂ مومن کا نقطۂ نظر واضح کیا گیا کہ وہ اپنا تعلق اس دنیا سے ویسا ہی رکھے جیسے ایک مسافر، سفر سے رکھتا ہے۔یا جیسے ایک راہ گذر، راستہ سے رکھتا ہے۔وہ اس دنیا کو عارضی سمجھے اور اس کی متاع کو نہایت قلیل جانے۔

آج کی دنیا بڑی ترقی یافتہ ہے۔ مختلف میدانوں میں انسانوں کی ترقی نے اس کو نہایت ہی پر کشش اور دلکش بنا دیا ہے۔ایسے میں دنیا کی بے ثباتی واضح کرنا، داعیان حق کے انفرادی و اجتماعی تزکیہ کے لئے ایک بڑے امکان کی حیثیت رکھتا ہے۔موجودہ ترقی نے دنیا کو بہت مختصر کر دیا ہے۔اس کی اسی ترقی کو، اسکی بے ثباتی واضح کرنے کے لئے استعمال کرنا چاہئے۔

تزکیہ نفس کے لئے اس پہلو سے بھی کوشش ہو کہ ایک طرف دنیا کی دلکشی سے حسب ضرورت استفادہ کیا جائے اور دوسری طرف اس کے عارضی پن کو اجاگر کرنے اور اسکو آخرت کی تیاری کے گھر کی حیثیت سے واضح کرنے کے لئے، مختلف علوم وفنون میں مہارت حاصل کی جائے۔ اچھی اچھی صلاحیتوں کی نشو ونما پر توجہ دی جائے۔ احسن تدبیریں اور پر اثر حکمت عملیاں وضع کی جائیں۔

دنیا سے بے رغبتی (زہد) بہترین اوصاف کی نشو و نما کا ذریعہ بنتی ہے۔ جو شخص زاہد ہے اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے قلب کو زرخیز بنادیتا ہے کہ وہ ہمیشہ خیر کا طالب رہے گا۔ جب بھی حکمت و دانائی کی بات سنے گا، اسے تسلیم کرے گا اور اسکے مطابق اپنی زندگی سنوانے کی کوشش کرے گا۔ جس طرح زرخیز زمین، پانی اور بیج کے مہیا ہونے پر اپنی خاصیت ظاہر کرنے لگتی ہے۔ زاہد بندے کی کچھ ایسی ہی خصوصیات رسول اکرمؐ بیان فرماتے ہیں:

مَا زَهِدَ عَبْدٌ فِیْ الدُّنْیا اِلَّا اَنْبَتَ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فِیْ قَلْبِهِ

کوئی بندہ دنیا میں زہد اختیار نہیں کرتا مگر اللہ تعالیٰ اس کے دل میں حکمت پیدا فرماتا ہے وَانْطَقَ بِهَا لِسَانَهٗ- اوراس کے زبان پر حکمت کے کلمات جاری کردیتا ہے یعنی حق کے اظہار کے لئے وہ دلائل کی بنیاد پر گفتگو کرے گا۔ لوگوں کی اسکی باتیں بھلی معلوم ہوں گی۔ اور وہ ان کے پیش نظر اپنی اصلاح کے لئے آمادہ ہوں گے۔

وَبَصَّرَهٗ عَیبَ الدُّنْیاَ وَدَاءَها وَدَوَاءَها .... دنیا کے عیب اس پر واضح کردیتا ہے ان کی بیماریاں بھی اور ان کا علاج بھی۔ (ابوذر غفاریؓ۔ بیہقی)

یعنی دنیا کی حقیقت اس پر واضح ہو جائے گی۔ اسکی خوبیاں اور خامیوں سے واقفیت ہو گی۔ دنیا کے مسائل ورانکی حقیقت معلوم ہو جائیگی۔ اور ایسا زاہد بندہ ان کے حل کے لئے قابل عمل لائحہ عمل تیار کرلے گا۔

فکر آخرت۔ تزکیہ نفس، دنیا سے مسافرانہ تعلق کا تقاضہ کرتا ہے۔ اس کے لئے محرک فکر آخرت ہے۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے متذکرہ آیت میں اسی کا ذکر فرمایا اور کہا کہ یہ باقی رہنے والی اور دنیا سے کہیں بہتر ہے۔ فکر آخرت کے مطالبات ہیں کہ بندہ اس طرح زندگی بسر کرے کہ اس کا ہر دن اللہ سے ملاقات کے شوق میں گذرے۔ جنت کی ابدی نعمتوں کو حاصل کرنے کی چاہت اور جہنم کے ہولناک عذاب سے بچنے کی فکر میں گذرے۔ اللہ کے رسولؐ فرماتے ہیں کہ جو بندہ اللہ سے ملاقات کا شوقین ہو گا، اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملاقات کرنا پسند فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق بندۂ مومن کے دل میں دنیا کی محبت کی وہی مقدار برقرار رکھتا ہے جتنی کی ضروری ہے۔ بس وہ اس انتظار میں رہتا ہے کہ کب اپنے رحیم و کریم رب سے ملاقات کا وقت آئے گا؟ اس سلسلہ میں رسول اکرمؐ کا اسوۂ حسنہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ دنیا کی حاجتوں اور ضرورتوں کو بہت زیادہ اہمیت نہ دی جائے۔ یعنی ملنے پر جذبہ شکر بیدار ہو اور نہ ملنے پر صبر۔ یہی وہ کیفیت ہے جو ایک بندہ کو ہمیشہ اپنے نفس کی اصلاح کی جانب متوجہ رکھتی ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے اس ضمن میں بڑی موثر دعا کی تلقین فرمائی ہے:

اَللّٰہُمَّ اجْعَلْ حُبّکَ اَحبَّ الْاَشْیاءِ اِلیَّ کُلِّھَا

اے اللہ ایسا کر دے کہ مجھے تیری محبت ساری چیزوں سے بڑھ کر ہو جائے

وَاجْعَلْ خَشْیتَکَ اَخْوَفَ الْاَشْیاءِ عِنْدِیْ

اور میرے نزدیک تیرا خوف سب چیزوں سے بڑھ کر ہو جائے

وَاقْطَعْ عَنِّی حَاجَاتِ الدُّنْیا بِالشَّوْقِ اِلٰی لِقَاءِکَ

تجھ سے ملاقات کا شوق مجھے اس قدر ہو کہ جس کی وجہ سے دنیا کی حاجتوں اور ضرورتوں کا احساس تک میرے اندر باقی نہ رہے

وَاِذَا اَقْرَرْتَ اَعْینَ اَھْلَ الدُّنْیا مِنْ دُنْیاھُمْ

اور جب تو دنیا والوں کو انکی پسندیدہ چیزیں دیکر انکی آنکھوں کو قرار نصیب فرماتا ہے

فَاَقْرِرْ عَینِیْ مِنْ عِبَادَتِکَ

میری آنکھیں ٹھنڈی کر اور انہیں قرار نصیب فرما اپنی عبادت کے ذریعہ

(٦) اطاعت اور بلاتاخیر عمل

کسی شخص کے تزکیہ کی جانچ کا ایک پیمانہ اس کا جذبۂ اطاعت ہے۔ قلب اگر خیر کا مرکز ہے تو، عمل بھی باعث خیر ہوگا۔ چنانچہ بلا چوں و چراں اطاعت اور بلاتاخیر عمل کی انجام دہی 'تزکیہ نفس کا ذریعہ بتائی گئی۔

وَإِن قِيلَ لَكُمُ ٱرۡجِعُواْ فَٱرۡجِعُواْۖ هُوَ أَزۡكَىٰ لَكُمۡۚ (النور:28)

....اور جب تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ آیا کرو۔یہی تمہارے لئے پاکیزہ طریقہ ہے

اسلام نے اس لئے سمع وطاعت کو بڑا نمایاں مقام عطا کیا ہے۔ نظم وڈسپلن، تحریک سے وابستہ افراد کی سرگرمیاں، خوشگوار باہمی تعلقات، مقصد ونصب العین کا شعور اور اس سے وابستگی، ایثار وقربانی انہیں اوصاف کے عکس ہیں۔ مامورین، اپنے امیر کی اطاعت کرکے اس کے حوصلے اور اعتماد میں اضافہ کرتے ہیں۔اس طرح امیر اور مامور کے درمیان سمع و طاعت کا رشتہ، اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے انفرادی واجتماعی کوششوں کا محرک بنتا ہے۔اور اعمال خیر انجام دینے کے لئے درکار جذبات اور امنگیں فراہم کرتا ہے۔اس لئے کسی مقصد سے وابستہ افراد کے لئے بغیر کسی تردد اور عدم دلچسپی کے احکامات سننا اور ان پر بلاتاخیر عمل کرنا نہایت ضروری ہو جاتا ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا قِيلَ لَكُمۡ تَفَسَّحُواْ فِي ٱلۡمَجَٰلِسِ فَٱفۡسَحُواْ يَفۡسَحِ ٱللَّهُ لَكُمۡۖ وَإِذَا قِيلَ ٱنشُزُواْ فَٱنشُزُواْ يَرۡفَعِ ٱللَّهُ ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مِنكُمۡ وَٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلۡعِلۡمَ دَرَجَٰتٖۚ (المجادلہ:11)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب تم سے کہا جائے کہ اپنی مجلسوں میں کشادگی پیدا کرو
تو جگہ کشادہ کر دیا کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں وسعت عطا کریگا۔اور جب تم سے کہا جائے کہ اٹھ جاؤ تو اٹھ
جایا کرو۔ تم میں سے جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں اور جن کو علم بخشا گیا ہے،
اللہ تعالیٰ ان کو بلند درجے عطا فرمائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سرعت عمل کا جذبہ بدرجہ اتم پایا جاتا تھا۔جب جس بات کا حکم دیا جاتا، اس پر بغیر کسی تاخیر کے عمل کرتے اور ساری زندگی اسی پر کاربند رہتے۔ایک دفعہ حضرت ابو مسعودؓ اپنے غلام کو مار رہے تھے۔ پیچھے سے آواز سنی۔ کہ اے ابو مسعود جان رکھو جتنا اختیار تمہارا اپنے اس غلام پر ہے اس سے کہیں زیادہ تم پر اس کا ہے جس کے تم غلام ہو۔پلٹ کر دیکھا تو معلوم ہوا اللہ کے رسولؐ ہیں۔فوری کہہ دیا کہ اے اللہ کے رسولؐ هوَ حُرٌّ لِّوَجْهِ اللّٰهِ -کہ یہ اللہ کے لئے آزاد ہے۔(مسلم)۔

قرآن مجید،تزکیہ نفس کے ان طریقوں کی وضاحت کے ساتھ ساتھ احساس ذمہ داری،ایمان بالغیب، اقامت صلاۃ(الفاطر:18)اور نگاہوں اور شرمگاہوں کی حفاظت (النور:30) کو اصلاح نفس کے ذرائع بتاتا ہے۔

اختتامیہ- اللہ کے دین کی اقامت کا کام، ہر قدم پر تزکیہ نفس کا مطالبہ کرتا ہے۔اسلام سے شعوری اور بامعنی وابستگی کا تقاضہ کرتا ہے۔رسول اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ خَافَ اَدْلَجَ وَمَنْ اَدْلَجَ بَلَغَ الْمَنْزِلَ۔اَلاَاِنَّ سِلْعَةَ اللّٰهِ الْغَالِيَۃِ۔اَلاَ اِنَّ سِلْعَۃَ اللّٰهِ الْجَنَّۃِ (ابوہریرہؓ-ترمذی)

جس نے اللہ کے خوف کے ساتھ سفر شروع کیا وہی اسے جاری رکھ سکے گا۔ جس نے اس خوف کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھا، اس نے منزل کو پالیا۔جان جاؤ اللہ سے کیا ہوا سودہ بڑا مہنگا ہے۔واقف ہو جاؤ اللہ سے کئے ہوئے سودہ کا بدلہ جنت ہے۔

اس حدیث میں ایک اہم حقیقت بیان کی گئی ہے کہ اللہ کے خوف کے ساتھ جس نے سفر کا آغاز کیا، وہی اپنا سفر جاری رکھ سکے گا۔ اللہ کا خوف، اعمال خیر کا محرک ہوتا ہے اور برے اعمال سے اجتناب کا ذریعہ بنتا ہے۔ یعنی وہ اللہ کا سپاہی جو خوف خدا سے سرشار، اپنے نفس کے تزکیہ سے متعلق حساس، سفر کا آغاز کرتا ہے وہی سفر کے نشیب و فراز کا مقابلہ کر سکے گا۔ چاہے حالات کیسے ہی کیوں نہ ہوں وہ سفر کی رفتار میں کمی نہیں آنے دے گا اور بالآخر اپنی منزل مقصود کو پالے گا۔ اگر اس کیفیت کے ساتھ تحریک سے وابستگی نہ ہو، دوسروں کی اصلاح کی تو فکر رہے لیکن ذاتی اصلاح سے بے خبر، تو ایسا فرد تحریک کے ساتھ زیادہ سفر طے نہیں کر سکے گا۔ اپنی خامیوں اور کمزوریوں کو چھپانے کی خاطر، سطحی قسم کے مسائل، بے بنیاد باتوں کو ٹھوس دلائل سمجھتے ہوئے، دوسروں کی کم عقلی اور نادانی کا رونا روتے ہوئے یا تو سرد مہری کا شکار ہو گا یا پھر برائے نام تحریک سے وابستہ رہے گا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کے ساتھ کیا ہوا سودہ نہایت مہنگا اور بڑا بھاری ہے۔ اس کا حق ادا کرنے کے لئے بظاہر بڑی دشواریاں، مشکلات اور مسائل درپیش ہوں گے۔ لیکن ان سے نبرد آزما ہوتے ہوئے جو بندہ دین اسلام کی سربلندی کے لئے پیہم جدوجہد کرتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت ہمیشہ اس کے ساتھ رہے گی۔ اور اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ایسے شخص کا ٹھکانہ ابدی نعمتوں والی جنت ہو گی۔ تزکیہ نفس کے یہی خوشگوار اثرات ہیں۔ رمضان المبارک، اسی تزکیہ کی تجدید اور احیا کا موسم بہار ہے۔

Sri Shrinivas Complex, # 3-12-71,
2nd Floor, Beside Noble Hospital,
Beroon Quila, Raichur - 584101
email: ajacademyraichur@gmail.com